یورپ میں غیر ملکی تارکین وطن:
پابندیوں اور تحقیر کی زد میں*

شیسڈینسن

یورپ میں آباد غیر ملکی تارکین وطن اپنے تحفظ، مستقبل اور مواقع کی دستیابی کے حوالے سے خاصی غیر یقینی اور ناخوشگوار صورت حال سے دوچار ہیں۔ یورپ کو، جو سماجی پیوستگی کے حوالے سے خاصا محتاط ہے اور جسے عام طور پر مساواتِ انسانی کا علم بردار کہا جاتا ہے، بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ معاشرہ کی نسلی بنیادوں پر تقسیم، بے روزگاری کی روز افزوں شرح، معاشرتی بے چینی اور غیر یقینی مستقبل کے ساتھ نو آبادکار تارکینِ وطن کا مسئلہ یورپ کے شہریوں کے لیے ایک حساس موضوع بنتا جارہا ہے۔ یورپ کے دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے لوگ اِن مہاجرین یا نوآبادکار تارکین وطن کو معاشرے کا ناجائز حصہ قرار دیتے ہیں۔ معاشی بحران نے انہیں لیبر مارکیٹ سے نکال باہر کیا ہے اور حکومتوں نے نئے آنے والوں پر اپنے دروازے بند کرنا شروع کر دیے ہیں۔

یورپی حکومتوں کا تاریخی طور پر اس بات پر اصرار ہے کہ غیر ملکی تارکین وطن کے لئے اپنے دروازے کھولنے کا مقصد صرف عارضی طور پر غیر ملکی افرادی قوت کو بھرتی کرنا تھا۔ اس طرح انہوں نے ان تارکین وطن کا مسئلہ دائیں بازو والوں پر چھوڑ دیا ہے اور مہاجر مخالف تشدد کے بیج بوئے ہیں۔ نتیجتاً دائیں بازو والوں کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مقبولیت کا بنیادی محرک غیر ملکی تارکینِ وطن کا مسئلہ ہے۔ دائیں بازو والے یہ تصور پھیلانے میں کامیاب ہیں کہ نوآبادکار تارکینِ وطن معاشرے کے ناجائز ارکان ہیں، ایک ایسا زیریں طبقہ جس کے پاس معاشرے میں ضم ہونے کے لیے کوئی قانونی جواز

---

* Che Sidanius, "Immigrants in Europe: The Rise of a New Underclass", *The Washington Quarterly*, Autumn 1998, pp. 5-8 (تلخیص: راشد بخاری)

نہیں ہے۔

فرانسیسی نیشنل فرنٹ کے جین میری لی پین کا غیر ملکیوں کو شہریت سے محروم کر دینے کا مطالبہ اس روّیہ کا واضح اظہار ہے۔ اس پارٹی نے ایک ایسا پچاس نکاتی خوفناک منصوبہ تیار کیا تھا جس کے ذریعے فرانس میں رہنے والے تین ملین ''غیر ملکیوں'' میں سے زیادہ سے زیادہ کو واپس بھیجا جا سکے۔ حتیٰ کہ جرمنی کی کرسچین سوشل یونین کے پارلیمانی قائد مائکل گلوز نے یہ بیان دیا ہے کہ ''ہم اب اس حقیقت کو مزید برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے اپنے شہری لاکھوں کی تعداد میں بے روزگار رہیں جبکہ جرمنی میں ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ غیر ملکیوں کو کام کرنے کے اجازت نامے ملتے رہیں''۔

> عاشرہ کی نسلی بنیادوں پر تقسیم، بے روزگاری کی روز افزوں شرح، عاشرتی بے چینی اور غیر یقینی ستقبل کے ساتھ نوآبادکار تارکینِ طن کا مسئلہ یورپ کے شہریوں کے لیے ایک حساس موضوع بنتا جا ہاہے۔

یورپ میں جوں جوں سیاست کرنے کے لیے ''غیر ملکی مخالف'' بیان دیے جا رہے ہیں نسلی عدم برداشت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۹۷ء میں یورپی کمیشن نے یورپی یونین کے ۱۵ ممالک کے سولہ ہزار شہریوں کا ایک سروے کیا تھا۔ جس کے مطابق یورپی یونین کے ایک تہائی شہریوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ ''بہت زیادہ'' یا کسی حد تک، نسل پرست ہیں۔ سب سے زیادہ شرح بلجیم میں ۵۵ فی صد رہی جبکہ فرانس میں ۴۸ فی صد اور ڈنمارک میں ۴۶ فی صد رہی۔ اس عدم برداشت نے ایسی فضا پیدا کی ہے جو تشدد کی کارروائیوں کے لیے سازگار ہے۔ جرمنی میں ۱۹۹۷ء سے ایسے حملوں کی تعداد دس فی صد بڑھ چکی ہے اور برطانیہ میں ایک اندازے کے مطابق ہر ۸ انسلی اقلیتوں میں سے ایک اقلیت پُرتشدد حملوں کی زد میں آئی ہے۔

دائیں بازو والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ قومی ثقافت (نیشنل کلچر) کو محفوظ رکھنے کے لیے غیر ملکیوں کا معاشرے کے مرکزی طبقوں سے باہر رہنا ضروری ہے۔ ۱۹۹۴ء میں ہالینڈ میں ہونے والے ایک سروے میں نصف جواب دہندگان نے بے روزگاری، سماجی عدم تحفظ، جرائم پر ذاتی تشویش میں اقلیتوں کے مسئلے کو سرِ فہرست قرار دیا ہے۔

یورپ میں روزگار کے بحران نے ایسے شعبوں میں بھی ملازمت کے مواقع ختم کر دیئے ہیں، جو

روایتی طور پر مہاجرین (تارکین وطن) کو ملتے رہے ہیں۔ اس صورت حال سے ان کے پورے پورے خاندان متاثر ہو رہے ہیں، خصوصاً نوجوانوں میں اس دربدری اور ملک بدری سے جرائم کی شرح میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

ڈنمارک میں خاندانی وحدت کو اس وقت تک ممنوع قرار دیا گیا ہے جب تک کہ درخواست دہندہ خاندان کی مکمل پرورش کی ذمہ داری حکومتی مدد کے بغیر نہ اٹھائے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ مہاجرین جو سماجی تحفظ (سوشل سیکورٹی) اور بے روزگاری الاؤنس وغیرہ حاصل کر رہے ہیں ان کے لیے اپنے خاندان کے ساتھ رہنے کے کوئی امکانات نہیں ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ نوآبادکاروں کے بنیادی حقوق کی زیادہ سے زیادہ تضحیک کی جاتی ہے۔

اس طرح غیر ملکیوں کے لیے سماجی معاشی صورتِ حال بد سے بدترین ہو رہی ہے۔ تارکین وطن کی اپنے معاشرے میں انضمام کی حکومتی کوششیں بے حد مدھم ہو چکی ہیں بلکہ اس کے برعکس کوششیں کی جاتی ہیں۔ اکثر ممالک میں تارکین وطن کے لیے شہریت کے حصول کے مواقع نہیں رہے ہیں۔

غیر ملکیوں سے نفرت وحقارت اور نکالے جانے کے احساس کے خاتمے کے لیے سنجیدہ کوششیں کیے بغیر یہ بے کاری کہیں براہ راست تشدد کی شکل اختیار نہ کر لے۔

یہ حالات بدتر سماجی تناؤ کا باعث بن رہے ہیں۔ اگلی دو تین دہائیوں میں نوآبادکار تارکین وطن کا مسئلہ دھماکہ کی شکل اختیار کر جائے گا۔ کیونکہ کام کرنے کی جگہوں پر مرد کارکنوں کی تعداد میں تیزی سے کمی ہو رہی ہے۔ یہ بات بھی نظر میں رہنی چاہیے کہ انسانی معاشرے کا کوئی اور حصہ بے کار اور عدم استحقاق کے حامل لوگوں کے گروہ سے زیادہ متلون اور پرتشدد نہیں ہو سکتا۔ غیر ملکیوں سے نفرت وحقارت اور نکالے جانے کے احساس کے خاتمے کے لیے سنجیدہ کوششیں کیے بغیر یہ بے کاری کہیں براہ راست تشدد کی شکل اختیار نہ کر لے۔ فرانس میں پہلے ہی دیہی علاقوں میں تشدد کے واقعات کا مسئلہ شدت اختیار کر چکا ہے۔

یورپی یونین کو، جو اب نئی صدی کی دہلیز پر کھڑی ہے، ایک بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ یورپ کی معاشیات کو جوڑنے اور آپس میں ہی ایک دوسرے پر انحصار کو حاصل کرنے کے لیے جو منصوبہ شروع کیا

گیا ہے وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک یورپ اپنے آپ کو سماجی تہذیبی اکائی کے طور پر دوبارہ دریافت نہ کرے۔ اگر حکومتوں نے اسی طرح مدافعتی حل نکالنے کی پالیسی جاری رکھی تو نوآبادکار مہاجرین خود کو یکا و تنہا محسوس کرتے ہوئے ''اپنے تحفظ'' کے اقدامات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

انجذاف و انضمام کا یہ چیلنج ہمارے دور کا ایک نشانِ تصدیق بن چکا ہے۔ یعنی عالمگیریت (گلو بلائزیشن) اور مقامی شناختوں کے درمیان تناؤ۔ یورپ کے سیاسی کلچر میں پہلے ہی ایک شگاف پیدا ہو چکا ہے۔ ایک طرف تو سیاسی قائدین اور دانشور قوموں کے انجذاف اور بین الاقوامیت کی باتیں کرتے ہیں اور دوسری طرف عوام دوسری قوموں کے بارے میں عدم برداشت، ان کے اخراج اور قوم پرستی کی طرف جا رہے ہیں۔ غیر ملکی تارکین وطن کا مسئلہ، نسل پرستی اور طبقاتی مسائل کو قومی شناختوں کے اندر بے چینی اور تناؤ کو بڑھانے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

امید ہے کہ غیر ملکیوں سے بڑھتی ہوئی نفرت و حقارت اور سماجی عدم استحکام کے خاتمے کے لیے یورپی حکومتیں ان لوگوں کے اپنے معاشروں میں بہتر انضمام کے اقدامات کریں گی اور یورپی یونین کثیر ثقافتی بنیادوں پر ایک پان-یورپی شناخت کی تعمیر کے لیے کوششیں اور مدد کرے گی۔ اگر ایسا ہو تو یہ بھی ممکن ہے کہ نوآبادکاری اور معاشرے میں غیر ملکیوں کا انجذاف جو ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے وہ اس کے برعکس یورپی یونین، قومی حکومتوں اور یورپی معاشروں کے درمیان ایک نقطہ تعاون ہی بن جائے۔

[شی سنڈینسن سنٹر فار اسٹریٹجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز (CSIS) میں زیر تربیت تحقیق کار ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں یونیورسٹی آف کیلی فورنیا (برکلے) سے گریجوایشن کی ہے اور ابھی جان ہوپکنز یونیورسٹی کے سکول آف ایڈوانس انٹرنیشنل اسٹڈیز میں زیر تعلیم ہیں۔]